

افراد قصہ

		لیلی
		مجنون
		عبد الله
		عبد العزیز
		بیگم
		طرار
		خون خوار
		خیلا
		نوهره ڈومنی
مولوی عشق الدین	: لیلی اور مجنون کا آخرond، ایک پرانی وضع کا مولوی -	:
کاہن	: مجنون کے مستقبل کے متعلق پیش گوئی کرنے والا ایک نجومی -	:
نوفل	: سلطان روم -	:
وزیر	: نوفل کا وزیر -	:
پیر زن	: مجنون سے بھیک منگوانے والی بڑھیا -	:
کلوار	: مسے فروش -	:
دایہ	: مجنون کی خدمت گارِ خاص -	:
محل دار	: عبدالله کے محل کی اچارج -	:
خدمت گار، نوکر، خواصیں، لوندیاں، ڈومنیاں، مکتب کے لڑکے لڑکیاں، راہ گیر، باغبان اور دوسرے -		
مقام	: وادی "نجد	:

مرقع لیلی مجنوں

عنوان^۱

بہت سے لوگ آکے گاتے ہیں
ترانہ

یہ لطف جہاں کے کم نہ ہوں گے اے دل!
کس دن یہ غم والم نہ ہوں گے اے دل!
مے پی شب مہتاب میں خانہ خراب
مہتاب تو ہوگا ہم نہ ہوں گے اے دل!

ساقی نامہ

بہار^۲ آئی ہے اے ساقی! شرابِ روح ببرور دے
مہک پھولوں کی جس ساغر سے آئی ہے وہ ساغر دے
وہ ساغر دے کہ جس سے بوئے مستِ یار آتی ہو
وہ صہبا دے کہ جو دل کو سرورِ وصلِ دلبور دے

۱۔ یعنی تصویروں کی کتاب جس کو انگریزی میں الیم کہتے ہیں -
یہ اصطلاح مصوروں کی ہے - مناسبت اس لفظ کی ڈراما (ہندی نائک) کے
ماتھے ظاہر ہے -

۲۔ سرnamہ جس کو انگریزی میں "فرنش پیس" (Frontsepiece) کہتے ہیں - وہ تصویر جو کسی کتاب کے ابتداء میں لگا دیتے ہیں -

۳۔ اس غزل میں قصد شاعر یہ ہے کہ بعض استعارات اور تشبیهات
شراب کا ذکر کرے - یہ سب استعارات اور تشبیہیں اہل فارس کے کلام
میں موجود ہیں - پہلا شعر غزل کا مطلع کہلاتا ہے جس کے دونوں طرف
قافیے اور ردیف پر یا صرف قافیے پر ختم ہوں -

عجب عالم ہے گلشن میں فضائے سبزہ و گل سے
کوئی جام زسترد گوہرِ یاقوت سے بھر دے
چمن میں صبح کو آٹھتے ہیں شعلے آتشِ گل سے
صبوحی کے لیے ہم کو بھی ساقِ آتشِ تر دے
کیا ہے سبز کیا کیا فصلِ گل نے زرد پتوں کو
دواۓ زردی رُخ کے لیے تو آبِ احمر دے
لہو کی بوند بھی اب چشمِ لاگر میں نہیں باقی
علاجِ ناتوانی کے لیے خونِ کبوتر دے
گھٹا گھنگھور چھائی ہے، جہا جہم مینہ برستا ہے
لبالب آج اے ساق! پیالے بھر کے ساغر دے
ہواۓ سرد چلتی ہے، عجب لطفِ برودت ہے
ہمیں بھی آتشِ سیّال سے تو آج، بھر بھر دے
مالِ زندگانی دے نشاطِ نوجوانی دے
مرادِ قلبِ مخزوں دے دواۓ جانِ مضطر دے
شرابِ ارغوانی ہو یہی جوشِ جوانی ہو
مزا ہے موسمِ گل کا جو رندوں کے خدا زر دے
سائے ہیں دلوں میں بے طرح دھڑکے قیامت کے
پلاکر جام اے ساق! نویدِ حوضِ کوثر دے
دکھا دے ہم کو مرزا^۲ لیلیٰ و مجنوں کی تصویریں
شرابِ شوق کے شیشے سے متوالا ہمیں کر دے

- تصحیح قیاسی -

۲- مرزا تخلص ہے مرزا نہد هادی این مرزا نہد تقی این آغاولی کا جو
کہ اسی مرقع کا مصنف ہے - اسی شعر کو جس میں تخلص واقع ہوتا ہے،
مقطع کہتے ہیں -

تصوّر^۱

دن رات سیر کر کے سقید و سیاہ کی
تصویریں^۲ کھینچتے ہیں تو یہ جلوہ گاہ کی
کیا کیا ہے نامہ اعمال کو سیاہ
ہم شاعروں کو فکر رہی ہے گناہ کی
میری غزل دلوں پہ نہ کیوں کر اثر کرے
صورت ہے ہو بھو مرے حال تباہ کی

۱- صنف کلام : مطاع و دو شعر غزل - بحر مضارع و اف اخرب مکفوف
و محدود - وزن : مفعول فاعلات مقایل فاعلن ، دو بار - قصد شاعر : بیان
ام امر کا کہ شروع تالیف کے وقت مصنف کا کیا خیال تھا - اس کے
نزدیک شاعری ایک قسم کی مصوّری ہے ، اور اس امر کو اس نے کتاب
”امتنشمار“ میں نہایت توضیح کے ساتھ بیان کر دیا ہے ۔

ایکٹ پہلا

پہلا سین — دیوان خانہ

عبدالله

(دست به دعا)

اللہی^۱ قاضی الحاجات ہے تو بندہ پرور ہے
 معین بے کسان ہے ، داد رس ہے ، فیض گستر ہے
 ترے دربار سے شاہ و گدا در مان پاتے ہیں
 تری سرکار سے ہر شخص کی روزی مقرر ہے
 ہر اک ریغ و تعب میں کون ہے تیرے سوا یا رب !
 ہر اک درد و مصیبت میں خدا یا تو ہی یاور ہے
 کوئی اب غم ہے یا رب تو فقط اولاد کا غم ہے
 کہ یوں تو فضل سے تیرے مجھے سب کچھ میسر ہے
 خدا یا ! دے کوئی فرزند جس سے نام روشن ہو
 کہ بے اولاد میرا گھر سیہ خانے سے بدتر ہے
 بہ حق آل احمد^۲ ہو دعا مقبول عاجز کی
 یہ عبد اللہ بھی یا رب ! ترا اک عبد احقر ہے

۱- صنف کلام : غزل مسلسل (خطابی) بحر هزج سالم - وزن : مفاعیلن
 مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن ، دوبار - قصد شاعر : اظہار عظمت باری تعالیٰ
 و اخلاص عبد و معبود - شکر نعمت بہ اظہار امارت و مکنت جو کہ عبد اللہ
 کو حاصل تھی از روئے پسر جہت بقائے نام و ریاست خاندانی -
 تمسک بہ اہل بیت رسالت علیہم السلام -

دوسرائیں — کنار چمن

عبدالله (دل میں^۱)

دنیا^۲ آمید پر ہے قائم
آمید سے ہے حیات دائم
آمید پہ ہے یہ سب زمانہ
آمید سے ہے یہ کارخانہ
آمید سے زیست کا مزا ہے
آمید ہی اصل مذعا ہے
آمید خوشی کی سر بہ سر ہے
زوجہ میری بھی بارور ہے
گزرے سب انتظار کے دن
تزویک آئے بھار کے دن
پورے دن ہو گئے بہ آرام
اب دیر نہیں ہے صبح یا شام
ہوتا ہے خدا کا فضل مجھے پر
اب دیکھیے ہو پسرا کہ دختر
کچھ اس کی نہیں مجھے شکایت
جو دے اللہ کی عنایت

۱- یعنی اپنے آپ سے -

۲- صنف کلام : مثنوی بحر هزج مجز و اخرب مقبوض مخدوف یا اخراج
اشتر مخدوف ، وزن : (۱) مفعولان فاعلان فرعون - وزن : (۲) مفعول مفاعولن فعلون
دوبار قصد شاعر : اظهار مسربت به امید اولاد جس میں تھوڑی سی بیم بھی
ملی ہوئی ہے -

خدمت گار (ہاتھ آٹھا کر)

اللہی ! خداوند نعمت سلامت !

مبارک مبارک سلامت سلامت !

خدا نے کیا آپ پر فضل اپنا

مبارک ہو فرزند حضرت سلامت

پلے آپ کے دامنِ عافیت میں

رہے یہ پسر تا قیامت سلامت !

رہے باپ بیٹوں پہ مالک کا سایہ !

مع جاہ و اقبال و دولت سلامت !

ہوا آج سرکار پہ فضل خالق

یہ سرکار اور یہ ریاست سلامت !

عبدالله

اے ۲ تری شان کے صدقے مالک !

تیرے احسان کے صدقے مالک !

مجھ سے ناشاد کو کیا شاد کیا

کہ مجھے صاحبِ اولاد کیا

۱- عام صورت امرا اور روسا سے اس درجہ (خدمت گار) کے لوگوں کے خطاب کرنے کی ہے۔ صنف کلام : غزل اور قطعہ بھی کہہ سکتے ہیں۔ بھر متقارب سالم - وزن : فعلون فعلون فعلون فعلون ، دوبار - قصید شاعر : اظہار مسرت خدام بہ کامیابی مخدوم - اظہار بہجت کے ساتھ کسی قدر خوشامد بھی ملی ہوئی ہے - انعام وغیرہ کا ذکر تو ک کیا گیا تاکہ عبد اللہ کی فیاضی اور نوکروں کی ذائق خوشی ثابت ہو۔

۲- صنف کلام : مثنوی بھر بمل مجاز و محبون مسکن مخذوف - وزن : فاعلاتن فعلاتن فعلمن - قصید شاعر : اظہار شکر بہ ازاء کامیابی ، حالت مسرت تھوڑے الہ کے مراتب ملی ہوئی ہے -

کس زبان سے ہو ترا شکر ادا
تو ۔ بندے پہ کیا فضل اپنا

جو دیا ہے تو جلا دے اس کو!
ہر اک آفت سے بچا دے اس کو!
با سعادت ہو یہ میرا فرزند!
ذی لیاقت ہو یہ میرا فرزند!

تیسرا سین محل سرا (زچہ خانہ)
(ڈومنیاں گاتی ہیں)

یہ کتبے^۱ کا سردار پیدا ہوا ہے
ریاست کا مختار پیدا ہوا ہے

۱- صنف کلام : غزل بھر متقارب مالم - وزن : فعولن فعولن فعولن
فعولن ، دوبار - قصد شاعر : اظہار مسرت زیانی عورات درجہ ادنی - ایسے
موقع پر ڈومنیاں خود ہی کچھ اسی قسم کے شعر موزوں کر کے گائی
ہیں اور ان میں خاص خاندان کا حال بھی حتی الوضع بیان ہوتا ہے
اور کلمات خوشامد بھی شامل ہوتے ہیں - ان قسم کی چیزوں جو
کئی جاتی ہیں ، آن کو زچہ خانے کا گیت کہتے ہیں - لڑکا ہونے کے بعد
تقریب (سو - زاج) چھٹی تک برابر تمام شب اور دن کو بھی گناہ
رہتا ہے اور اس گانے سے یہ بھی نفع ہے کہ رات بھر جاگ رہے ،
اس لیے کہ ان ایام میں جاگنا رات بھوک کا بھی کی حفاظت کے لئے
آسیب وغیرہ سے کہ اس موقع کے لیے مختص ہیں ، ضروری سمجھا جاتا
ہے - غریب خاندانوں میں جن کو ہر روز ڈومنیوں کے رکھنے کا
مقدور نہیں ہے ، بھی کی خالہ ، پھوپھیاں اور ایسی ہی متولی عورتیں
چھٹی جاگتی ہیں اور گاتی بھاتی ودتی ہیں ، اور ابھروں میں بھی عورتیں
کاتی ہیں لیکن ڈومنیوں کے ساتھ شریف عورتوں کا شریک ہو کر
گانا معیوب سمجھا جاتا ہے -

یہ ہے اپنے بابا کی آنکھوں کی پتلی
یہ امّان کا دل دار پیدا ہوا ہے

یہ لڑکا ہے سب قوم عامر کو پیارا
یہ کتبے کا سالار پیدا ہوا ہے

حسینوں کا دل کیوں نہ ہواں پہ صدقے
یہ بانکا طرح دار پیدا ہوا ہے

مثل ہے کہ ہوتے ہیں اچھوں کے اچھے
یہ بچہ خوش اطوار پیدا ہوا ہے

کھلی اس کے ہونے سے قسمت ہماری
غريبوں کا غم خوار پیدا ہوا ہے

چوتھا سین — دیوان خازہ

عبدالله

ارے، کوئی حاضر ہے یا؟ جلد جائے
ابھی اپنے ہمراہ کاہن کو لائے
خدمت گار

بہت خوب ابھی جاکے لاتے ہیں ہم
جهان وہ ملے گا بلاتے ہیں ہم
(خدمت گار جاتے ہیں، کاہن کو لے کے آتے ہیں)

- ۱- صنف کلام: مشتملی بھر متقارب سالم و مزاحف - وزن: فعولن
فعولن فعولن فعولن، دوبار۔
- ۲- وزن: فعولن فعولن فعولن فعل - صرف یہ شعر اس وزن پر
ہے، باقی تمام اشعار کا وزن سالم ہے - امن تہایش میں کاہن کا
بلانا، اس کا آنا اور گفتگو وغیرہ بیان کی ہے - یہ رسم ہندوستان میں
غیر شرع مسلمانوں میں جاری ہے - مولود کا زانجہ (جنم پترہ) کھینچ جوایا جاتا
ہے، امر شرع شریف کے بالکل خلاف ہے -

کاہن

کیا آج' کاہن کو کیوں سرفراز
خداوند کی عمر ہوئے دراز!

عبدالله

پسر کا مرے کھینچ تو زائچا
ذرا حال قسمت کا اس کے بتا

کاہن

(زاٹچہ بنا کے اور انگلیوں پر شار کر کے)

یہ لڑکا بڑا صاحب نام ہوگا
حسینوں سے آس کو سدا کام ہوگا
کسی کی محبت کا یہ دم بھرے گا
نه آسِ بن جیسے گا نہ آسِ بن مرے گا
بہت اس کی طینت میں ہو پاک بازی
حقیقی بنے اس کا عشقِ مجازی
کہیں گے اسے لوگ وحشت کا پُتلا
بھرے گا بہت دن یہ صحراء بہ صحراء

۱- جو لوگ علمِنجوم کو حق نہیں مانتے وہ اس کو اتفاق کہمہ سکتے ہیں۔ قصد شاعر اس نظم میں یہ ہے کہ کاہن کی زبانی مجنوں کی سوانح عمری کو جو امن کی ولادت کے وقت شروع ہوئی تا اخیام حیات ایک ایسی تقریر میں بیان کی جائے کہ اگر وہ بالفرض عبد اللہ کے سامنے بیان کی جاتی تو اس کو خلاف نہ گزرتی، اور وجہ خلاف نہ گزرنے کی یہ ہے کہ کاہن عشقِ مجازی سے ابتدا کر کے نوراً عشقِ حقیقی کو شروع کر دیتا ہے اور عشقِ حقیقی کے بیان کے بعد مجنوں کے مصائب کو جو ذکر کرتا ہے، وہ کسی باپ کو جو مسلمان ہے، برے نہیں معلوم ہو سکتے، اس لیے کہ اللہ کی راہ میں مر جانا ہمارا عین ایمان اور مقصودِ اعلیٰ ہے۔

محبت کا آزار گھڑیوں بڑھے گا
 جنوں بن کے جن اس کے سر پر چڑھے گا
 محبت اسے پھر نہ کانے لگا دے
 خودی سے چھڑا کر خدا سے ملا دے
 اگر نام پوچھو تو ہے قیس بہتر
 مگر لوگ مجنوں کہیں اس کو اکثر
 مبارک ہے یہ نام اور وہ لقب بھی
 سعادت ہے یہ عشق اور وہ طلب بھی
 جنوں اور وحشت میں یہ بے بدل ہو
 یہ لڑکا محبت میں ضرب المثل ہو
 عجب گُن ہیں اس کے عجب کام اس کے
 هزاروں ہی دنیا میں ہوں نام اس کے
 سنو نام کا اس کے اسرار تم اب
 کہ ہر حرف میں ہے نہاں ایک مطلب
 کہ ہے ”قاف“ سے یہ قتیلِ محبت
 ہوئی ”یا“ سے کچھ یادِ جانان کی صورت
 کھلا ”سین“ سے یہ سراپا الٰم ہے
 سینہ بخت ہے سینہ چاکِ ستم ہے
 ملے ہیں جو سب حرف، اس میں ہے یہ سیر
 کہ ہو وصل کا اس کے انعام آخر
 نہ پوچھو کہ کیوں قاف سے ابتدا ہے
 کہ یہ عشق میں حرفِ آخر پڑا ہے
 زمانے میں جو عشق کی انتہا ہو
 وہ اس طفل کے عشق کی ابتدا ہو

نہ پوچھو کہ کیوں درمیان حرف 'یا' ہے
کہ بس یار ہی یار دل میں بسا ہے
پڑا 'سین' آخر میں اس کا سبب کیا
کہ آخر سعادت ہے انعام اس کا
یہ بدنام ہو کر نکو نام ہوگا
وہ آغاز ہوگا یہ انعام ہوگا

عبدالله (خدمت گاروں سے)

کاہن کو یہاں سے لے کے جاؤ
انعام خزانے سے دلاؤ

(دل میں)

قسمت^۱ کی کسی کو کیا خبر ہے
الله کے ہاتھ سر بد سر ہے
انعام میں ہو اگر بھائی
ہو پہلے بدی تو کیا برائی

۱- صنف کلام : مشنوی بھر ہزج بجز و اخرب مقبوض مخدوف - وزن : مفعول مقاعلن فعولن - قصیدہ شاعر : اس کا بیان کہ عبداللہ کاہن کے اس کلام سے کیا نتیجہ نکالتا ہے - عبداللہ پر حالت مسرت شدید کی طاری ہے - کاہن کی وہی گفتگو سے اس کی وہ مسرت زائل نہیں ہوسکتی - جو کچھ الہ اس کو ہوا ، اس کو مذہبی خیالات سے ٹال رہا ہے اور اس ذہنی مجادۂ الذت والہ میں الذت کو کا یابی ہوتی ہے - اس تماش کو کسی قدر تاریخ سے مناسبت ہے اس لیے کہ وہ زمانہ شروع اسلام کا تھا ، ہر ایک با ایمان مسلمان کے دل میں جوش مذہبی بھرا ہوا تھا ، ہر ایک سچے مسلمان کا یہ مقصد اعلیٰ تھا کہ میں اور میری اولاد جہاد میں نام آوری پیدا کرے -

بے شک یہ پسر ہے صاف باطن
کہتا نہیں ہے صاف کاہن

بے شک یہ پسر ہے باً سعادت
ہے اس کے نصیب میں شہادت

عشقِ مولا کا دم بھرے گا
الله کی راہ میں مرے گا

یہ طفل مرا سعید ہوگا
یہ طفل مرا شہید ہوگا

پانچواں سین محل سرا (عبدالله کی ڈیوڑھی)

محل دار (چلاؤ کے)

ڈیوڑھی^۱ پہ ارمے یہاں کوئی ہے
کب تک چلاؤں کوئی بھی ہے

۱۔ صنف کلام : مثنوی بحر هزج و اخرب مجز و اخرب مقبوض
محذوف - وزن : مفعول مفاعلن فعلون - اخرام اشت محذوف - وزن : مفعولن
فاعلن فعلون - قصد شاعر اس نمایش میں :

محل مرا (یعنی مکان زنانہ ، جائے سکونت محلات و صاحبات امر) کے دروازے پر جو امور واقع ہوتے ہیں ، ان میں سے بعض امور کا ذکر منظور ہے - محل دار اس عورت ملازمہ کو کہتے ہیں جو بیگم صاحبہ کے حکم احکام باہر نوکروں تک پہنچاتی ہے اور باہر کی اطلاع یا اور عرض و معروض اندر محل میں لے جاتی ہے - یہ عہدہ اکبر مسٹن اور فہمیدہ عورت کو دیا جاتا ہے - باہر کے نوکر چاکر اس سے ڈرتے رہتے ہیں کیوں کہ امن کی وسائل بیگم صاحبہ تک ہے ، موقوف بحالی تک میں اس کو دخل ہے - جو نوکر چاکر اس سے ملتے رہتے ہیں ، وہ اکثر بیگم صاحبہ کی خفگی اور سخت کاموں سے بچتے ہیں - دایہ (جن کو لکھنؤ میں عموماً "اناجی" کہتے ہیں) ، وہ عورت (بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

(جهنجلا کے اور خوب چیخ کے)

دیکھو کب سے پکارتی ہوں
مردہ بول آئھے کوئی "ہاں ، ہوں"

خدمت گار

(محل دار سے مخاطب ہو کر)

کہیے کیا حکم ہے محل دار
آواز تو ذے رہا ہوں —

(چپکے سے) "مردار"

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ہے جو طفل کو دودہ پلاق ہے - امیر عورتیں اپنے بچوں کو خود دودہ نہیں پلاق ہیں - اناجی اکثر شریف مگر نہایت غریب گھرانے کی ہوتی ہے - جو عورتیں اس نوکری کو قبول کرتی ہیں وہ اپنے کنبے میں نہایت حقارت کی نگاہ سے دیکھو جاتی ہیں - کوئی شریف خاوند امن کو جائز نہیں سمجھتا کہ اس کی عورت کسی بچے کو کچھ ماه واری لے کر دودہ پلانے - عزیزوں کے لڑکے کو مفت دودہ پلانا بہ رضاۓ خاوند کچھ ایسا عیب نہیں ہے - اناجی کے حقوق بہت کچھ ہوتے ہیں ، وہ عورت جو اجرہ لے کے دودہ پلانے اس کو انا کہہ سکتے ہیں -

۱- محل دار اور اس کے مانع ملازموں میں جو نا اتفاق ہو جاتی ہے ، تو ایسے ہی کچھ نتیجے پیدا ہوتے ہیں - اناجی کی عزت محل میں بہت ہوتی ہے - خود نواب صاحب اور بیگم صاحبہ امن کی عزت کرتی ہیں ، اور اس کے حقوق بھی بہت ہوتے ہیں - جس لڑکے کو وہ دودہ پلاق ہے ، وہ اس کا 'پلاپا' کہلاتا ہے - ہر ایک پلانے کی شادی میں امرا کی سرکار سے ایسا کچھ ملتا ہے کہ وہ عمر بھر کے لیے مالا مال ہو جاتی ہے - انا کو بھی اپنے پلانے سے بہت محبت ہوتی ہے - انا اور کاہن کی گفتگو میں نجومیوں کی فال کھولنے اور جاہل عورتوں کی سریع الاعتقادی کی صورت ایک شاعرانہ طریقے سے دکھائی گئی ہے -

محل دار

ہے قیس کا آج حال ابتر
 لئے آ کاہن کو جلد جا کر
 نوکر

(محل دار سے مخاطب ہو کر)

لو اس کو ابھی میں جا کے لایا

(کاہن کو لا کے، ڈیوڑھی پر پکار کے)
 کہ دو آنا سے کاہن آیا

(دایہ طفل کو پردازے کے باہر لئے کے آتی ہے)
 کاہن

انتا جی سلام، کہیے کیا حکم
 لاؤں میں آپ کا بجا حکم

دایہ

(کاہن سے مخاطب ہو کر، طفل کو دکھا کے)

کاہن تو جلد فال تو کھول
 بچے کا مرے حال تو کھول

اس بچے پہ یہ بجوگ کیا ہے

کاہن! آخر یہ روگ کیا ہے

بھولے سے نہیں کبھی یہ سوتا
 سوتا ہے، خواب میں ہے روتا

کیا بات کسی نے تھی کہی یہ

سوتا نہیں خواب میں کبھی یہ

پھروں نہیں ہائے دودھ پیتا

کیا جا۔ یہ کس طرح ہے جیتا

(گویا اس کی گود میں دے دیتی ہے)

تو دیکھ تو کیا بساط اس کی
سر جائے کہنیں نہ دائی بندی

(آسمان کی طرف دیکھ کر)

آئی هو جو اس کی مجھ پہ آ جائے
سر سے اس کے الا بلا جائے

کاہن (فال کھول کے)

دایہ تجھے اس کی کیا خبر ہے
یہ عشق کا بھید سر بہ سر ہے
تو باغ^۱ گئی تھی جھٹپتی وقت
اس بچے کو لے گئی تھی بے وقت
وہ هو نہ هو پنج شنبے کا دن

دایہ

سچ ہے تیری یہ بات کاہن

کاہن

تھا گود میں تیرے یہ کل تر
تھی سرخ کلاہ آس کے سر پر

۱- باغ کا سہاں، جو یہاں بیان کیا گیا ہے، اس میں وحشت اور بھیانک ہن کا رنگ ملا دیا ہے۔ شاعر کا قصد ہے کہ لذت و الم خوف و رحم کے آثار ایک ہی ساتھ پیدا کرے۔ باغ کے بیان میں لذت کی تخيیل زیادہ ہو گی اور الم تھی کم اور شمع و پروانے کی اس کے بر عکس ہے۔ وجہ امن کی یہ ہے کہ آسیب کا تصور ایک تربیت یافتہ ذہن پر کم اثر پیدا کر سکتا ہے، گو کہ عورتوں کی تخيیل پر امن سے بہت کچھ اثر ہوتا ہے مگر مردوں کی تخيیل پر بہت کم لیکن جلتے کا تصور ہر شخص پر بہت اثر رکھتا ہے، عام امن سے کہ تعلیم یافتہ ہو یا نہیں، مرد ہو یا عورت۔

کُرتے کا تھا رنگ زعفرانی
 اور گوٹ لگی تھی اس میں دھافی
 آس وقت نہ کے تو آئی تھی ؟
 دایہ

کاہن ! ہاں یہ خطا تھی میری
 کاہن

چوٹی تیری کھلی ہوئی تھی
 پوشک بتاؤں اب میں تیری

تھا اودے رنگ کا دوپٹا
 پہنچے تھی سرخ پائچاما
 دایہ

کاہن کچھ اور حال بتلا
 سب سچ کہتا ہے تو کہہ جا

اتنا تو بتا دے پھلے اللہ
 ہے جان کی خیر یا نہیں آہ ؟

ہونا تھا جو اس کے واسطے یوں
 ہے ہے ! اسے لے کے میں گئی کیوں

کاہن یہ سب مری خطا ہے
 بچے کا قصور اس میں کیا ہے

کاہن

سن دایہ کچھ اور حال اس کا
 تا تجھے کو رہے خیال اس کا

تیرا بھی نہیں قصور اس میں
 کچھ اور ہی ہے فتور اس میں

جب تو نے چمن کی سیر کی تھی
 اک آگ سی وان لگی ہوئی تھی
 پھولی ہوئی تھی شفق فلک پر
 چلتی تھی ہوائے تند صر صر
 سوسن بہ زبان بے زبانی
 کہتی تھی عشق کی کہانی
 پھولوں کی ہنسی تھی کچھ بھی انک
 اک شور چا تھا وان اچانک
 وہ سرو، وہ سایہ، وہ لبُ جو
 اور وان پہ وہ قمریوں کی کُوکُو
 وان تھا وحشت پری کا پھیرا
 سیمرغ جنوں کا تھا بسیرا
 اک چڑیا پُھر سے آڑ گئی تھی
 تو دیکھنے جس کو مُڑ گئی تھی
 تھا حضرتِ عشق کا تو سایہ
 ناگہ دیوِ الم بھی آیا
 (حضرت عشق کے نام پر دایہ کا بلائیں لینا)
 ہنسنے پہ گلوں کے کھلکھلا کر
 اک بار، ہنسا تھا یہ گلِ تر
 نرگس کے پاس رو دیا تھا
 کچھ ہو کے آداس رو دیا تھا
 سنبل سے یہ پیچ و تاب میں تھا
 سبزے کے قریب خواب میں تھا
 ناگہ بلبل کی آئی آواز
 آواز میں کچھ تھا سوز کچھ ساز

سوتے میں سے چونک اٹھا یہ بے تاب
 اس وقت یہ ہو گیا تھا بد خواب
 کیا خواب میں دیکھتا ہے یہ کُل
 ہے یاس آمید عشق بالکل
 شبم کو اس نے روتے دیکھا
 بلبل کو جان کھوئے دیکھا
 پامال خزان یہ باع دیکھا
 لالہ کے جگر کا داغ دیکھا
 سمجھا کہ یہ عشق کی سزا ہے
 اس باع کی بس یہی ہوا ہے
 یہ حضرت عشق کا عمل ہے
 آسیب جنون کا کچھ خلل ہے
 وحشت کا ہے اس کے سر پہ سایا
 سودا کچھ دل میں ہے سایا
 دایہ

کاہن بتلا کوئی آثارا
 جینے کا تو اس کے ہو سہارا
 امن بچے کے حال پر ترس کھا
 اس حسن و جہاں پر ترس کھا
 کاہن

کچھ خوف تو جان کا نہیں ہے
 امن دکھ کی مگر دوا نہیں ہے

کیا اس کا بتاؤں میں آتا را
 دایہ (هاتھ جوڑ کے)
 کاہن ! بتلا تو کچھ خدا را
 کاہن
 دایہ ! ہے عشق کی دوا حسن
 ہے عشق تو آگ اور ہوا حسن
 یہ آگ جو اس ہوا سے بھڑکے
 جلنے والا کبھی نہ پھڑکے
 جلنے کا مال دیکھ لے تو
 پروانے کا حال دیکھ لے تو
 فانوس میں ہو جو شمع روشن
 پروانے کی دیکھ کوئی الجھن
 بے تابِ شوق کوئی دیکھے
 جل جانے کا ذوق کوئی دیکھے
 اندر شعلہ لپک رہا ہے
 باہر یہ سر پٹک رہا ہے
 فانوس کا پرده ہے جو حائل
 مضطرب ہے یہ مثل نیم بسمل
 پرده جو درمیان نہ ہوتا
 اک بار جل کے جان کھوتا
 دایہ
 کاہن کچھ صاف صاف بتلا
 میں تو سمجھی نہ یہ معما